افشاں آفریدی

پیاس کے سراب

اس بھری دوپہر میں چلچلاتی دھوپ کے زیر سایہ کھڑی وہ سر تا پیر پسینے میں بھیگ رہی تھی۔ دور دور تک مطلوبہ بس کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس پر مستزاد لو کے تھپیڑوں کی بدولت پیاس کے باعث اس کا گلا بری طرح سوکھ رہا تھا۔

شدید پریشانی کے عالم میں اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ کالج سے اس کے ساتھ نکلنے والی تمام لڑکیاں مطلوبہ کوچز کے ذریعے جا چکی تھیں۔ اس وقت بس اسٹاپ پر وہ اکیلی کھڑی تھی۔

مسئلہ صرف گرمی اور لو کا ہی نہیں تھا، ہر دس منٹ بعد گزرنے والے اس بائیک کے سوار کا بھی تھا جو گزشتہ پانچ دن سے اسی تندہی کے ساتھ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

چھٹی کے وقت سے لے کر جب تک وہ وین میں سوار نہیں ہو جاتی، ہر دس منٹ بعد اس کی بائیک اردگرد چکر لگاتی رہتی تھی۔ یہ بھی سکون تھا کہ کم از کم اس نے بات کرنے یا اس سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ محض دو گز کے فاصلے پر آ کر وہ بائیک روک لیتا تھا۔ کچھ دیر باقاعدہ اس کی نگرانی کی جاتی اس کے بعد وہ خود چلا جاتا تھا۔

کچھ تو وہ فطرتاً بزدل تھی اور کچھ حالات و واقعات کی زد [illegible] پوزیشن کسی کے بھی ساتھ ہوتی اس کا رد عمل کم و بیش یہی ہوتا۔

بڑی سی چادر میں خود کو چھپائے ہوئے وہ بس اپنے پیروں پر نظریں جمائے رکھتی۔ دل دھڑ دھڑ کرتا رہتا اور وہ شدت سے بس کے آجانے کی دعائیں مانگتی رہتی۔

تعاقب کرنے والا کون ہے۔ اس کی ہمت نہ ہوتی دیکھنے کی۔ یوں بھی ہیلمٹ کے باعث وہ دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی مطلوبہ بس ہر آدھے گھنٹے بعد آتی تھی۔ کالج جس وقت آف ہوتا اور وہ اسٹاپ تک پہنچتی وہ بسیں تو نکل ہی چکی ہوتی تھیں۔ اسی وجہ سے اسے مزید چالیس منٹ بس کا انتظار کرنا پڑتا۔

ابو یا بھیا سے وہ اس بات کا تذکرہ بھی نہ کر سکتی تھی کہ وہ پہلی فرصت میں اسے گھر بٹھا لیتے۔ رہ گئیں امی، تو انہیں بھی ابا کی بات سے اتفاق ہوتا۔ ایسے حالات میں نڈر بن کر ہی مقابلہ کرنا تھا۔ اسی وجہ سے وہ باوجود سخت سراسیمگی کے کالج سے چھٹی بھی نہ کر سکی۔

اس وقت بھی وہی صورت حال تھی۔ اس نے سخت بے بسی کے عالم میں بائیک کے قریب ہی رکنے کی آواز سنی تو ماتھے پر پسینے کی بوندیں مزید نمودار ہو گئیں مگر شکر ہوا اسی لمحے بس آتی نظر آئی تو اس کی جان میں جان آگئی۔

گھر کے قریبی اسٹاپ پر وہ اتری تو سکون سا محسوس ہوا لیکن اگلے ہی پل وہ سن سی رہ گئی۔ وہی بائیک سوار گلی کے کونے پر کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے۔

"او خدایا، یہ تو یہاں تک پہنچ گیا ہے۔"

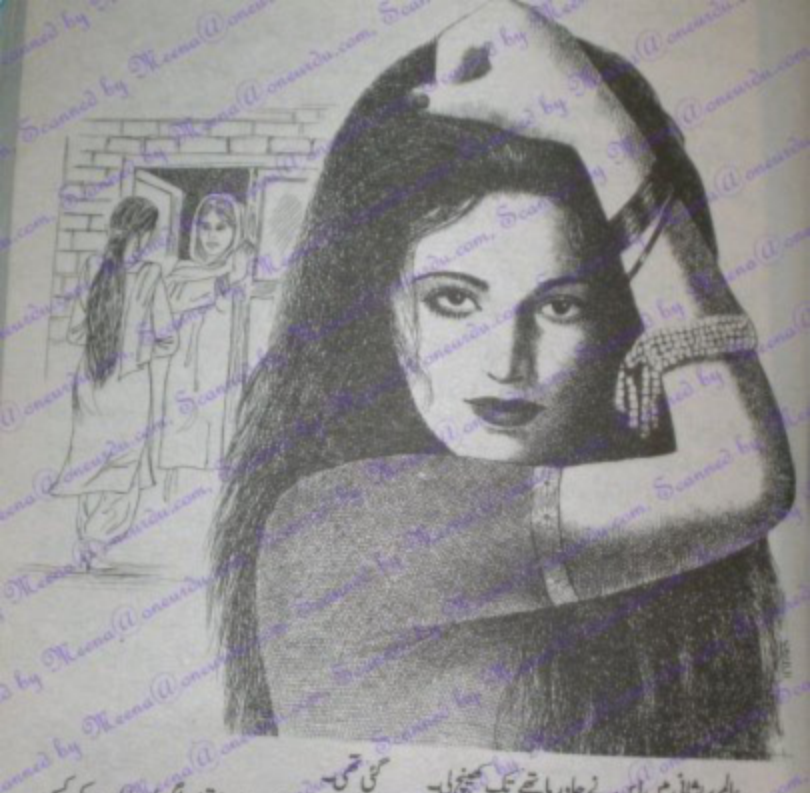

عالم پریشانی میں اس نے چادر ماتھے تک کھینچ لی۔ اپنے گھر جانے کے لیے اسے یہی روڈ استعمال کرنا تھا جس کے لیے اس کے پاس سے گزر کر جانا پڑتا۔ دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتی۔ وہ ہمت کر کے آگے بڑھی اور جونہی اس کے نزدیک پہنچی اس نے بائیک اسٹارٹ کردی۔ بے ساختہ گھبرا کر اس نے نظر اٹھائی تھی۔

UrduPhoto.com

خاصا خوش شکل نوجوان تھا۔ ہیلمٹ اتار کر اس نے بائیک کی ٹنکی پر رکھ لیا تھا۔ سعدیہ سے نظر ملی تو وہ قدرے مسکرایا تھا۔ یہ جرأت ایسی غیر متوقع تھی کہ وہ نارمل رفتار سے کہیں زیادہ تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

ایک ہی خوف ستا رہا تھا۔ اگر ابو یا ان کے کسی واقف کار نے دیکھ لیا تو قیامت ہی آجائے گی۔ آخر کو یہ پرانا محلہ تھا۔ سب ہی جانتے تھے اس کے گھرانے کو۔

دروازے پر رک کر دستک دینے کے بعد اس نے بہت ہراساں ہو کر پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔

اس کی جان میں جان آئی۔ گو کہ دروازہ کھلنے میں معمولی سا وقت لگا تھا لیکن وہ اس قدر اپ سیٹ تھی کہ لگاتار بیل بجاتی چلی گئی۔

"ارے لڑکی! اچھری کے دم تو لے لیا کرو۔ آتے

آگے بھی تم ہی کی طرح دروازے پر آ جاتیں یا چارپائی ڈال لوں یہیں۔"

جب وہ صبح ہوا ہی گیٹ کھولنے آئی تھیں۔ آنکھوں میں جھلکتی بے چینی کا بچا سا پتا کر آئے دیکھ کر تھا، وہ تیزی سے ادھ کھلے دروازے سے اندر چلی آئی پھر کمرے میں رکی بھی نہیں، آگے بڑھ گئی۔

"ارے لڑکی ابھی بھی کیا بے کلی۔ کیا کوئی پیچھے لگی ہے؟"

ہوا حسب عادت بولے جا رہی تھیں۔ اس نے شکر کا سانس لیا کہ امی گھر پر نہیں تھیں۔

"اری ہوا کیا ہے ہوا۔ کہیں گیا ہے۔ تم تو ٹھنڈے کمرے میں بھی بیٹھی رہتی ہو۔"

بستر پر گرتے ہوئے اس نے آنکھیں موند کر بے زاری سے ہوا کو ٹالا تھا۔ جو اپنی حسب موقع طور پر اپنے پورے دن کا روزنامچہ دہرانے لگیں۔

اس نے کان گویا بند کر لیے تھے ابھی تک ذہنی طور پر وہ سخت اپ سیٹ تھی۔ امی موجود ہوتیں تو یقیناً نوٹس لیتیں۔

"امی کہاں ہیں ہوا؟" ان کے ریکارڈ کو بریک لگانے کے لیے اس نے جوتے اتارتے ہوئے پوچھا تو ہوا نے اک نظر خفگی کی اس پر ڈالی پھر زور سے بولیں۔

"تمہاری حسب موقع ساس کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ ابھی دس منٹ پہلے ہی فون آیا تھا ان کا ان ہی کے گھر گئی ہیں۔"

ہوا کی اطلاع پر وہ چپ سی ہو گئی۔ کیونکہ جبران کی امی کو تو آج شام ان کی طرف آنا تھا۔ جبکہ اسی پروگرام کو کینسل کرنے کے لیے فون کیا ہوگا انہوں نے اور امی [illegible] جیسی گرمی کی شدت ہوتی تو آنے کے بجائے ان کی عیادت کرنے چلی گئیں [illegible] اس بلاخیز گرمی کے موسم میں عیادت۔ اف۔

اس نے سوچ کر بے حد جھرجھری سی لی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس تعاقب کرنے والے کی دی ہوئی دھمکی اذیت اور کوفت کے بعد یہ اطلاع اسے خاصی ناگوار گزری۔ تاہم ہوا پر کچھ ظاہر کیے بغیر وہ نہانے کے لیے کپڑے نکال کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

٭٭٭

دوسرے دن اس کی اپنی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ اس شدید گرمی کے باعث سن اسٹروک ہو گیا وہ تین دن تک بستر سے ہی نہ اٹھ سکی اور اس دوران جبران کی امی بھی یہاں کا چکر لگا گئیں۔

ہوا نے اسے بتایا کہ جبران کی امی خاصی جلدی کر رہی ہیں۔ ابھی تو وہ فائنل ایئر میں آئی تھی۔ امتحان کے بعد تو سال پڑا ہوا تھا مگر جبران کی والدہ آگے پیچھے میں رخصتی مانگ رہی تھیں۔ ان کی بیٹی بیاہنے آ رہی تھی ان دنوں۔

اس نے سنا تو فطری طور پر پریشان ہو گئی۔ پڑھنے کا اسے ہمیشہ سے شوق تھا۔ جبکہ خاندان میں سب ہی لڑکیوں کی میٹرک کے بعد شادی کر دی جاتی تھی مگر ابو اور امی نے اس کی خواہش پر چار سال کی اسے چھوٹ دے تو دی تھی مگر اب لگتا تھا اس فیصلے کی فصیل جبران کی امی نے ضرب لگا کر توڑ دی تھی۔

حسب روایت اسے فی الحال کچھ بھی بتانے یا اس سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی۔ بات ہی ایسی تھی کہ وہ چپ سی ہو گئی تھی۔ اس کی یہ خاموشی گھر میں سب ہی محسوس کر رہے تھے مگر پوچھا صرف بھابی نے۔

"کیا بات ہے سنبل! تم آج کل بڑی خاموش خاموش رہنے لگی ہو۔ کوئی مسئلہ ہے کیا؟"

بچپنے سے اس بابا نگ والے رویے ہی نے پریشان کر رکھا تھا اسے پر مسئلہ۔

بھابی نے پوچھا تو باوجود ضبط کے اس کی پلکیں نم ہونے لگیں۔ تاہم جھجک کے باعث وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"دیکھو سنبل! میں تمہاری بھابی ہی نہیں اچھی دوست بھی ہوں بہن بھی۔"

وہ شاید کچھ سمجھ گئی تھیں۔ مسکراہٹ سمیت انہوں نے دریافت کیا تھا۔ تھیں جو اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھیں۔ وہ کیا بولتی، ہونٹ کاٹتے ہوئے آنسو بہانے لگی۔

"ہوں تو گویا واقعی کوئی پرابلم ہے۔" وہ
لب کے۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس ہی آ بیٹھے۔ اس
کے سر پر ہاتھ پھیرا گہری سانس بھری تو وہ مزید رونے
لگی۔

"اونہوں گڑیا! ایسے نہیں روتے۔ چلو شاباش
چپ ہو جاؤ۔ بہادروں کی طرح بات کرو یار! یہ کیا
بزدلوں کی طرح آنسو بہا رہی ہو، ہمارے خاندان کی
سب سے غیر جانبدار لڑکی ہو کر ایسی بزدلی۔"

اس کا سر کندھے سے لگاتے ہوئے انہوں نے
شفقت اور شرارت کے ملے جلے لہجے میں کہا تو وہ
دھیرے دھیرے خود پر قابو پانے لگی۔ جس میں کچھ دیر
لگی۔ آہستگی سے ان کے کندھے سے سر اٹھایا تو وہ
سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

ان کی آنکھوں میں ایسی نرم اور حلاوت آمیز چمک
تھی کہ اسے پتا ہی نہ چل سکا کہ وہ کیا کہنے لگی ہے۔
بے ساختہ بولتی چلی گئی۔

"بھیا! کیا میری اس زندگی پر میرا کوئی حق نہیں۔ کیا
مجھے اپنی مرضی سے جینے کی ذرا سا بھی اجازت
نہیں۔" آنسو دوبارہ اس کی پلکوں پر لرزنے لگے تھے۔
بھیا کے مسکراتے لب بھنچ سے گئے۔ وہ سنجیدہ
ہو گئے تھے، گہری سانس بھر کر معاملے کو سمجھنے کی
کوشش کی اور جب سمجھا تو آہستگی سے سر نفی میں ہلا
دیا۔

"نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں۔ جو کچھ بھی کیا جا رہا
ہے تمہاری خوشی ہی کے لیے کیا جا رہا ہے پھر بھی اگر
تم سمجھتی ہو کہ اس میں تمہاری خوشی نہیں تو..." وہ
ایک دم چپ ہوئے تو اس کی جیسے سانس سینے میں
اٹک گئی۔

"تو کیا آپ میرا ساتھ دیں گے بھیا؟"
بے ساختہ ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے
ہوئے بے قراری سے پوچھا۔

بھیا نے اسے دیکھا۔ جس کے چہرے پر ایک معصوم
سا تقدس تھا اور آنکھوں میں امید کی... ان کا دل جیسے
کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ اس چھوٹی سی گڑیا سے
کتنی محبت تھی انہیں۔ بہلا! لاڈ انہوں نے اسے تو
سے لگایا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں گڑیا۔ زندگی کے کسی
بھی موڑ پر، کسی بھی قدم پر تم مجھے کمزور و بے بس یا مایوس
نہیں ہو گی۔" ان کا لہجہ جذبوں سے معمور تھا۔ محبت
اور شفقت سے لہجہ نرم اور علیم ہو گیا تھا۔

وہ جانتی تھی بھیا اپنے لفظوں کے کس قدر پابند
ہیں۔ بے پناہ مسرت کے احساس سے اس کا رواں
رواں کھل اٹھا۔ بے قراری سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں نا بھیا؟" یا دو دو بچیوں کی طرح
بے یقینی سے سوال کر رہی تھی۔ بھیا اس کی کیفیت پر
زیر لب مسکرا دیے۔

"ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں مگر یہ تو بتاؤ کہ جان من
آخر ایسی کیا برائی ہے کہ تم اس کے رشتے سے انکاری
ہو۔ جبکہ تم نے اسے دیکھا تک نہیں۔"

اب کے انہوں نے بلا تمہید ہی سوال کر ڈالا تو وہ
بری طرح کٹ کر رہ گئی۔

"میں نے یہ کب کہا بھیا۔ میں تو بس ابھی
پڑھنا ہے۔"

انگلیاں چٹخاتے ہوئے اس نے بمشکل ادھورا جملہ
بولا تھا۔ بھیا نے کچھ مطمئن ہو کر صوفے کی بیک
سے پشت ٹکا لی۔

"اوہ، تو مہلت درکار ہے۔" وہ مسکرائے تو وہ
جھینپ سی گئی۔

"تم فکر مت کرو، میں ابی سے بات کر لوں گا
اور کے! اب مجھے تمہاری یہ شکل نظر نہ آئے روتی
بسورتی۔ آئی سمجھ۔" انہوں نے محبت سے اس کے
سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ بے ساختہ مسکرا دی مگر اس
مسکراہٹ میں فطری پن نہیں تھا۔

بھیا کی عمیق نظروں نے یہ بات محسوس کر لی تھی
اسی لیے تو وہ بولے۔

"اینی پرابلم۔ کیا کوئی اور بھی مسئلہ ہے۔"

"نن... نہیں تو۔" وہ پوچھ رہے تھے۔ سعدیہ
اٹک سی گئی۔ "نہیں بھیا اور کوئی مسئلہ نہیں۔ سب
ٹھیک ہے۔" بوکھلاتے ہوئے انداز میں اس نے
انہیں مطمئن کرنا چاہا تو وہ سنجیدہ ہو گئے۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔ نہیں بتاتا تو مت بتاؤ مگر جب تمہیں لگے معاملہ تمہارے ہاتھوں سے نکل رہا ہے تو مجھے انفارم ضرور کرنا۔"

اٹھتے ہوئے وہ اس قدر سنجیدگی سے کہہ گئے کہ وہ واصل اور حمزہ تک ہی چپ بیٹھی رہ گئی۔ بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ بھیا سب جان چکے ہیں۔

"نہیں بھیا نہیں جان سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے ہرگز آگے بڑھنے اور کالج جانے کی اجازت نہ دیتے۔"

خود کو تسلی دیتے ہوئے بھی خدشے اسے ستاتے رہے۔

* * *

نہ جانے بھیا نے کیا بات کی تھی یا کچھ اور ہوا کہ بتایا کہ اس کی شادی امتحانوں کے بعد کرنے کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ فطری طور پر وہ خوش ہو گئی۔ تاہم کالج سے وابستہ وہ مسئلہ ہنوز تھا۔

اب وہ بائیک سوار روزانہ نہیں بلکہ دو دن چھوڑ کر آنے لگا تھا۔ ہیلمٹ کا تکلف بھی ختم ہو چکا تھا۔ تاہم اب تک اس نے مخاطب کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ بلکہ جب رش زیادہ ہوتا تو وہ اس طرف آتا بھی نہیں تھا۔

وہ شکر کرتی کہ اس کی عزت سلامت تھی۔ ورنہ اگر یہ بات پھیل جاتی تو بدنامی بھی ہو سکتی تھی۔ بھیا کا یہ خیال اچھا تھا کہ وہ شادی کر دیں امتحان کا کیا تھا بعد میں دے لیا جاتا۔ اسے اس کوفت سے نجات مل جاتی۔

دن اسی طرح گزرتے رہے۔ بائیک سوار کی حیثیت قدرے اپنی جگہ قائم تھی اور اس کی سراسیمگی اپنی جگہ۔ تاہم اس کی وجہ سے اسے ان دیکھی سی نفرت ہو گئی تھی۔ جس کے باعث وہ پہلے کبھی کسی لڑکے سے نفرت [illegible] کا اظہار کیا تھا۔ گھر میں بھی کسی سے یہ بات [illegible] سے وہ [illegible] کر پائی۔

اس نے البتہ [illegible] معلوم کروا لیا تھا۔ جبران کے متعلق [illegible] دیکھا تک نہ تھا۔ اس کی تصویر دکھانے کی اور اسی

میں ہمت تھی نہ ہی اسے خود جبران کی تصویر دکھانے کی درخواست کر پائی تھی۔ بس اپنی طرف سے اس کا خاکہ خیال میں بناتی رہتی تھی۔

ان ہی دنوں جب وہ سیمسٹرز کی چھٹیوں کے لیے کالج بند ہوا اور وہ گھر بیٹھی تو جبران کی کزن جو دے گئی۔ لوکر انہیں تو شادی پر آنا تھا مگر سسرال میں کسی کے انتقال کے باعث آنا پڑا۔ ایک دو دن کے لیے نکل گئی اور جب وہ وہاں سے فارغ ہوئیں تو اس سے ملنے چلی آئیں۔

وہ بہت خوبصورت نہیں تھی جس سادگی اور حیا کے رنگ تھے۔ جس نے میرا بھی کے دل میں اس کے لیے پسندیدگی پیدا کر دی۔

"امی نے واقعی بہت اچھی لڑکی تلاش کی ہے۔ جبران کی پسند کے متعلق۔ وہ ہر روز ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ جیسی تم ہو۔ امی تمہاری بہت تعریف کرتی ہیں۔"

پھر ہنستے ہوئے اسے بتا رہی تھیں اور وہ چور بن کر کمرے میں کوئی اور نہیں تھا سو وہ سنے اور ساتھ بیٹھنے پر مجبور تھی۔ پھر بھی جیسے اس موقع کی ہی منتظر تھیں بولنے لگیں۔

"جبران تو پہلے شادی کے لیے مانتا ہی نہیں تھا اور اب ایسا پیچھے پڑا ہے کہ کیا بتاؤں۔ میں آئی ہوں تو کہتا ہے کہ کم از کم نکاح ہی کرا جاؤں۔ تاکہ تم سے مل تو سکے۔"

وہ ہنستے ہوئے بے تکلفی سے یہ راز آشکار کر گئیں۔ تو جہاں وہ حیران ہوئی وہاں پریشان بھی ہو گئی۔ حیرت اس بات کی تھی کہ بنا تصویر دیکھے بغیر اس سے ملے وہ اس قدر بے تاب کیوں ہو رہا تھا اور پریشانی اس بات کی کہ اگر اس نے واقعی ملنے کی کوشش کروا لی تو کیا ہوگا۔

"تم تو ابھی سے پریشان ہو گئیں۔ اس نے تو صرف خواہش ظاہر کی ہے کوئی ملنے تو نہیں آ رہا تم سے۔" پھر انہوں نے اس کے متوحش چہرے کی تحریر پڑھ لی تھی۔ وہ عجیب سی سر جھکا گئی۔

"ویسے مذہب کی رو سے لڑکے کو اس بات کی

اجازت ہے کہ وہ بیوی کو ایک نظر دیکھ ضرور لے کہ بعد
میں [illegible] نہ ہو۔

بیٹے نے فقرے بتانے والے لہجے میں کہا تو وہ ای
سے اس نے اس کی دعا کرنے لگی۔ قبولیت کی گھڑی تھی
ای لیے ای [illegible] سے زائد [illegible] چلی آئیں تو
اس نے وہاں سے جانے میں دیر نہ لگائی۔

اور یہی ہوا جس کا اندیشہ اسے ستانے لگا تھا۔
جبران کی طرف سے بشیر اور ملیحہ کی طرف سے اس
کے گھر والوں پر دباؤ پڑنے لگا۔ جبران اس سے ملنا چاہتا
تو کہیں سے انکار ہو گیا۔ اس کا فیصلہ سن کر ان انداز اپنایا
تو ملیحہ بھی چپ چاپ چلی گئیں۔ [illegible] کی چھٹیاں
ختم ہو گئیں تو وہ چلا گیا۔

ماحول میں کشیدگی سی در آئی تھی۔ اس پر مستزاد
ایک اور واقعہ اس کے اعصاب ہلا گیا۔ وہی بائیک والا
شخص اسے پھر نظر آنے لگا تھا۔ جب جبران والے مسئلے
اور [illegible] کی ٹینشن میں یہ [illegible] اس کے
اعصاب جھنجھنا گئی۔ شدید نفرت اور بے بسی نے
اسے غصے سے بھر دیا تھا۔ اس کا بس چلتا تو اس شخص کو
کسی کنویں میں دھکیل آتی۔

ایسی شدید نفرت تو اس نے آج تک کسی سے بھی
نہ کی تھی۔ اس شخص کا وجود چھو اسے انتہائی مکروہ
لگتا۔ اس کا اسمارٹ دراز قد سراپا اسے تنفر کا جیتا
نشان محسوس ہوتا۔

"اے اجنبی! اگر تم میرے دل میں ایک بار جھانک
کر دیکھو تو اپنا چہرہ دیکھ کر ہی ڈر جاؤ۔ میرے دل میں
تمہارے لیے اتنی نفرت ہے کہ تمہارا پورا وجود [illegible]
جائے گا۔"

اسے دیکھ کر اس کے لہو کی بوند بوند پکار اٹھی تھی مگر
وہ ضبط کیے رہتی۔

لیکن ان ہی دنوں جب ہر وقت خود سے لڑتی رہتی
تھی، [illegible] کا شروع سے عادی
رہا تھا مگر نوبت یہاں تک آ جائے گی اندازہ نہ تھا۔
[illegible] ایک معمولی تھا مگر یہ دھچکا ان کے لیے غیر
معمولی نوعیت کا حامل تھا۔

فطری طور پر وہ سب بے حد خوش ہو گئے۔ اسے
بھی جبران کے گھر والوں نے ان کا بے حد ساتھ دیا
تھا کہ جب ابو اسپتال سے واپس گھر آئے تو بھی ان کی
آمد و رفت جاری رہی۔

اس دن بھی وہ ابو کا پرہیزی کھانا تیار کر کے فارغ
ہی ہوئی تھی کہ بوا اچانک کچن میں چلی آئیں۔

"ارے بیٹا جلدی سے چائے کا پانی چولہے پر رکھو۔
داماد میاں آئے ہیں۔"

بوا کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ حیران سی رہ گئی۔

"کیا مطلب کون آیا ہے؟" وہ واقعی سمجھ نہ سکی
تھی۔ بوا اس کی نا سمجھی پر ہنس پڑیں۔

"ارے جبران میاں آئے ہیں۔ ہمارے ہونے
والے داماد۔"

بوا نے اسے چھیڑنے والی نظروں سے دیکھا تو وہ
جھینپ سی گئی۔ دل کی دھڑکن نے یکدم تال بدل ڈالی
تھی۔ اس کے حواس جیسے اس کے قابو میں نہ رہے۔
بوا کی چائے کی بابت ہدایات ابھی جاری تھیں۔
ابھی وہ اسی کیفیت میں تھی۔ ابو کے ڈاکٹر سے مل کر ان
کی کیفیت [illegible] نے بوا کے ساتھ کی ہوئی
تھی۔ [illegible] اور بھی گھبرا رہی تھی۔

"لیکن ابو تو سو رہے ہیں۔ آپ نے انہیں کہاں
بٹھایا ہے کیا ابو کو جگا دیا آپ نے؟"

اچانک اسے یاد آیا تھا۔ رک کر اس نے پوچھا تو وہ
مسکرا دیں۔

"اب اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں۔ یہ باہر
دھوپ میں صحن میں بچے کو میں نے بٹھا رکھا ہے۔ بچہ
تمہارے ابو کو اسپتال میں بھی مل کر جا چکا ہے
در حقیقت تو وہ تمہیں دیکھنے آیا ہے ایک جھلک دکھا
دو اسے۔ بہت امید سے اس نے گزارش
کی ہے۔"

بوا [illegible]
میں [illegible] ہو گئے
"نہیں بوا۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔" وہ کتنی
جان سے کانپ گئی تھی۔

حسب توقع بوا اسے بھگانے لگیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
تھی جسے سن کر جبران خود وہاں چلا آیا تھا۔

"رہنے دیجیے بوا۔ اگر یہ مجھ سے نہیں ملنا چاہتیں
تو نہ سہی۔"

اس کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ بھاری آواز
اور گونجدار لہجہ سن کر وہ اچھل سی پڑی۔ بے ساختہ
بوا کا بازو تھام لیا تھا۔

"نہ بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔ وہ تو۔" بوا وضاحت
دینے لگی تھیں۔ وہ اسی طرح رخ موڑے کھڑی تھی۔
جبران بول اٹھا۔

"ایک بار مڑ کر دیکھ لیں سمیعہ آپ کے کردار
میں کوئی جھول نہیں مجھ سے بہتر کوئی نہیں واقف
ہوگا۔ بس آپ کے چہرے پر اپنے نام کی خوشی
دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بوا بڑی تیزی سے ہاتھ چھڑا کر باہر جا چکی تھیں۔ وہ
گھبرا کر مڑی کہ کہیں ابو نہ آ جائیں۔ جبران کی آواز
سن کر وہ جاگ گئے تھے۔
مگر یہ کیا۔ وہ کیا مڑی جیسے زمین و آسمان زیر و زبر
ہو گئے۔

جبران کی شکل میں اس کے سامنے وہی شخص کھڑا
تھا جس کی صورت سے ہی نہیں بلکہ جس کے وجود سے
بھی اسے کراہیت آنے لگی تھی۔

"آپ۔ آپ۔" بے یقینی اور شدید نفرت سے
اس کا لہجہ خاردار ہو گیا۔

"جی ہاں میں ہی اتنے دنوں سے آپ کی نگرانی
کروا رہا تھا۔ ان فیکٹ مجھے خاص لوگ پسند ہیں
جب آپ سے رشتے ہوا تو سوچا کہ آپ کے
کردار کی جانچ کروں کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے
[illegible] میں نے اسی سے ملنے کی خواہش کا اظہار
کیا تھا۔"

وحشت، ہیجان اور [illegible] سے کھڑا کر رہا تھا
گھر اسے لگا جیسے اس کے گرد گھومتی ساری دیواریں

"وہ ایک گری ہوئی عورت ہے۔ مجھے اب اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اس کے لائق نہیں۔"

اس کی بات سے اس کا چہرہ اور بھی زرد پڑ گیا۔ شرافت نے اس کا چہرہ اور بھی دھواں بنا دیا تھا۔ وہ بے بسی سے اس کے اندر ہی اندر غصے اور شدید نفرت کا لاوا سا ابلنے لگا۔

"آپ میرے لائق نہیں۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر ایک قدم آگے بڑھی۔ جبران اور وہ بھی جبران کی۔

"مسٹر جبران! آپ واقعی میرے لائق نہیں۔ آپ ایک لمحے کو بھی برداشت نہیں کر سکے۔ آپ نے مجھے اس مہینے سخت ذہنی اذیت کا شکار کیا۔ محض اپنی انا کو تسکین اور اپنی غرض کے لیے۔ آئی ایم سوری مسٹر جبران اور یہ یاد رکھیں کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں، اسے اپنی پرچھائیں سے بھی دور رکھنا چاہتی ہوں۔"

شدید نفرت سے بھرا لہجہ تضحیک آمیز رویہ تھا۔ مسز جبران کی آنکھیں بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ بے قراری سے ایک قدم آگے بڑھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو سمیعہ!"

"پلیز رک جائیں مسز جبران! میں ایک لمحے کے لیے بھی آپ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ نکل جائیے یہاں سے۔ میرے گھر سے اور میری زندگی سے۔ آئی ہیٹ یو۔"

مجھے اس بات کا بالکل علم نہیں تھی کہ آپ اس طرح اپنے بیٹے کے لیے مجھے اور والدین کو غلط کرنے کا حق دیا تھا تو آپ نے مجھے اپنا حق دیا اور مجھے کیا سمجھا ہے۔ کس حق سے آپ نے مجھے اس ذہنی اذیت کا شکار ہونے دیا۔ محض اپنی شکل پر پردہ رکھنے کی خاطر مجھے بھلائی [illegible]

[illegible]

"نہیں، سمیعہ! اب میں صدق دل سے تمہاری شرافت پر یقین کرتی ہوں۔"

"نہیں چاہیے مجھے اپنے کریکٹر سرٹیفکیٹ پر آپ کے دستخط۔ میں نے کہا، چلے جائیے آپ یہاں سے چلے جائیے۔"

اب کے وہ بے قراری سے چیخ اٹھی تھی۔ چیخ کے ساتھ ساتھ ابی اور بھیا بھی اچانک ہی اندر داخل ہوئے تھے۔ تیز لہجوں کی آواز سن کے۔ اس کے الفاظ انہوں نے سن لیے تھے اور جبران کا پشیمان چہرہ بھی دیکھ لیا تھا۔

"سمیعہ! یہ سب کیا ہے۔" بھیا نے سب سے پہلے اپنے اعصاب کو کنٹرول کیا تھا۔

"بھیا۔" وہ انہیں دیکھ کر دوڑتی ہوئی گئی اور ان کے سینے سے لگ گئی۔ "پلیز بھیا! مجھے بچائیں۔ مجھے اس شخص سے بچائیں۔ اس نے مہینوں مجھے جلتی ہوئی بھٹی میں جلایا ہے، صرف اپنے سکون کی خاطر۔ یہ میرا مجرم ہے۔ میرا مجرم ہے۔ آپ نے کہا تھا نا بھیا کہ میں جب آپ کو آواز دوں گی مایوسی نہیں ہوگی۔ مجھے مایوس مت کیجیے گا بھیا۔ بچا لیں مجھے اس شخص سے بچا لیں مجھے۔"

بقیہ جملہ اس کا آنسوؤں میں ڈوب گیا تھا۔ بھیا کا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا تھا۔

"آپ یہاں سے جا سکتے ہیں مسٹر جبران۔ اپنی معصوم بہن کے کردار کی پرکھ کے لیے نہیں سونپا تھا ہم نے آپ کو۔ آپ کی خواہش جائز سہی مگر آپ کا عمل قطعاً غلط اور نامناسب تھا۔"

بمشکل انہوں نے اپنے غصے کو ضبط کر کے جبران سے کہا تھا۔ جبکہ سست قدم گھر سے باہر نکلے تو وہ کھل کر رو پڑی۔ اپنے خوابوں کے آج کھل ٹوٹنے کا سوگ بھی تو منانا تھا۔ ابی نہ جانے کب اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی تھیں، اسے بھیا سے علیحدہ کیا تو وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔